AL-HAYAT Research Journal
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 3 Issue 2 (Jan-Mar 2026)

نبی کریم ﷺ کے چچا: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی شخصیت، خدمات اور علمی میراث

The Prophet’s Uncle: The Personality, Services, and Scholarly Legacy of Abbas ibn Abd al-Muttalib(رضی اللہ عنہ)

Muhammad Tahir Rafiq

Ph.D. Scholar (Islamic Studies)

Khwaja Fareed University of Engineering and Information Technology Rahim Yar Khan, Pakistan

Email: muhammadtahirrafiq0786@gmail.com

Dr.Muhammad Samee ullah

Khanpur Institute of Technology, (K.I.T) Pakistan, samee12985@gmail.com

Muhammad Ahmad

Ph.D. Scholar (Islamic Studies) Khwaja Fareed University of Engineering and Information Technology Rahim Yar Khan, Pakistan, ahmadryk93@gmail.com

ABSTRACT

This research article explores the personality, services, and scholarly legacy of Hazrat Abbas ibn Abd al-Muttalib (RA), the esteemed uncle of the Holy Prophet Muhammad (ﷺ). It highlights his early life, close relationship with the Prophet (ﷺ), and his significant contributions to the development and support of the early Muslim community. The study examines his acceptance of Islam, his role in key historical events, and his unwavering loyalty to the Prophet (ﷺ).

Abbas ibn Abd al-Muttalib (d. 32 AH / 653 CE), the beloved uncle of Prophet Muhammad (peace be upon him), was not only a close family member but also a devoted and respected companion. Born to Abd al-Muttalib and Nutayla bint Janab, he was known for his role as the provider of water to pilgrims (Saqi al-Haramain) and for his success in trade.

In the early days of Islam, he stood quietly but firmly by the Prophet, offering protection while keeping his faith hidden. Although he was compelled to stand with the Quraysh during the Battle of Badr, he was taken captive. The Prophet ensured he was treated with kindness, even instructing that his restraints be loosened, and he was later freed through ransom. Before the Conquest of Mecca, Abbas openly embraced Islam and was honored with the title “the last of the emigrants.” From then on, he remained actively involved in key events such as the Conquest of Mecca, Hunayn, Ta’if, and Tabuk. Notably, during the intense moments at Hunayn, when many had scattered, he remained steadfast beside the Prophet.He was a narrator of hadith and a man deeply respected by the Rightly Guided Caliphs, who valued his

CC BY

wisdom and counsel. He was also known for his sincere prayers, which people believed were often accepted. Among his children was Abdullah ibn Abbas, later known as the "Interpreter of the Quran." Generations later, his descendants would establish the Abbasid Caliphate. Abbas passed away in Medina and was laid to rest in Jannat al-Baqi. The Prophet once said about him: "Abbas is like my father's own brother; whoever harms him, harms me."

KEY WORDS: Abbas ibn Abd al-Muttalib, Saqi al-Haramain, Captive, Ransom, Last of the emigrants.

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب:

عباس بن عبد المطلب، بن ہاشم، بن عبد مناف، بن قصی، بن کلاب، بن مرہ، بن کعب، بن لوی، بن غالب، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان ہیں۔ ان کی والدہ نتِیلہ بنت جناب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ بن عامر تھیں جو قبیلہ خزرج کی ایک شاخ سے تعلق رکھتی تھیں۔[1]

ولادت باسعادت:

آپ رضی اللہ عنہ واقعہ اصحاب الفیل سے تین سال قبل پیدا ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال بڑے تھے آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام فضل تھا اسی وجہ سے انہی کے نام پر آپ کی کنیت ابو الفضل ہے۔ آپ شریف، عقلمند اور بارعب شخصیت کے مالک تھے، قریش میں سخی اور اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ آپ خلفاء عباسیین کے جد امجد تھے۔[2] آپ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا بے حد ادب کیا کرتے تھے ادب کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ابورزین سے سوال کیا کہ اے عباس آپ بڑے ہیں یا نبی کریم صلی اللہ وبارک وسلم ؟ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مجھ سے بڑے ہیں میں صرف ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں[3]۔ اسی طرح ایک روایت زبیر بن بکار کی بھی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ علیہ السلام ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ مجھ سے بڑے ہیں میں صرف عمر میں ان سے بڑا ہوں ان کی ولادت میرے ہوش میں آنے کے بعد ہوئی یعنی آپ کی ولادت کے وقت مجھے سمجھ بوجھ تھی۔ میری والدہ کے پاس خبر پہنچی کہ آمنہ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا ہے۔ صبح کے وقت میری ماں میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے وہاں لے گئیں۔ گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ اپنی چارپائی پر اپنے پاؤں ہلا رہے تھے۔ عورتیں مجھے ان کے قریب کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں اپنے بھائی کو بوسہ دو۔[4]

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے اوصاف:

سفید چہرہ، انتہائی خوب صورت، ابیض، جمیل، دو چوٹیوں والے، (آپ کے لمبے بال تھے جو کان کے لوؤں پر گرتے تھے اور ان کی دو چوٹیاں تھیں اور ان کے سر کے اگلے حصے میں گھنے بال تھے۔)معتدل القامۃ شخصیت کے مالک تھے۔[5] ایک دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان کی دو چوٹیاں تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو مسکرا دیے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز نے ہنسایا؟ اللہ آپ کے دانت ہمیشہ مسکراتے رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نبی کے چچا کے حسن پر متعجب ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مردوں میں حسن کس چیز میں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زبان میں[6]۔ اور یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ عمر کی زیادتی کے باوجود وہ معتدل قامت رہے اور ان کی پیٹھ جھکی نہیں۔ شیبہ مولٰی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: عباس رضی اللہ عنہ معتدل قامت تھے، اور عبد المطلب اس حالت میں فوت ہوئے کہ وہ ان (عباس رضی اللہ عنہ سے) سے زیادہ معتدل قامت تھے۔[7] آپ جہوری الصوت (بلند آواز والے) تھے۔ جب آپ پکارتے تو آپ کی آواز بہت دور تک جاتی تھی ۔ حازمی نے مؤتلف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سلع پہاڑ کھڑے ہو کر رات کے آخری حصے میں اپنے غلاموں کو آواز لگاتے جو غابہ میں ہوتے تھے وہ آپ کی آواز کو سن لیتے تھے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلع اور غابہ کے درمیان آٹھ میل کا فاصلہ ہے[8]۔

سقایہ کی ذمہ داری:

سقایہ کی ذمہ داری عبد المطلب کی اولاد میں سے ابو طالب پوری کرتے تھے۔ جب ابو طالب بہت تنگدست ہو گئے تو بنی ہاشم نے کہا ہمیں اجازت دیں کہ ہم میں سے ہر ایک آپ کے ایک ایک بیٹے کو اپنے پاس لے لے۔ ابو طالب نے کہا: جو چاہو کرو لیکن مجھے عقیل کو اپنے پاس رکھنے دو۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ لے لیا، پس وہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے جن پر گھر کی دیواریں گریں (یعنی کمسنی میں پرورش پائی)۔ اس کے بعد اسامہ بن زیدؓ ایمان لائے۔ ابو طالب حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت (سقایۃ الحاج) انجام دیتے تھے، لیکن جب فقر و تنگدستی نے انہیں آگھیرا تو انہوں نے اپنے بھائی عباس بن عبد المطلب سے کہا، جو جاہلیت میں بنی ہاشم میں سب سے زیادہ مالدار تھے: "بھائی تم دیکھ رہے ہو کہ مجھ پر کیا گزری ہے، موسمِ حج قریب ہے اور حاجیوں کے لیے یہ سقایۃ لازمی ہے۔ مجھے دس ہزار درہم قرض دے دو۔" حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ رقم دے دی اور ابو طالب نے اس سال اسی سے خدمتِ حاج پوری کی اور جو کچھ تدبیر کر سکے۔ اگلے سال جب موسم حج آیا تو ابو طالب نے اپنے بھائی

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: بھائی! موسم پھر آ گیا ہے اور سقایہ کا انتظام کرنا ضروری ہے، اس مرتبہ مجھے چودہ ہزار درہم قرض دے دو۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا میں نے پچھلے سال تمہیں دس ہزار درہم دیے تھے اور امید کی تھی کہ اس موسم سے پہلے وہ واپس کر دو گے لیکن تم نہ کر سکے، اب تم پہلے سے زیادہ رقم مانگ رہے ہو اور پھر یہی کہہ رہے ہو کہ اگلے موسم سے پہلے واپس کر دوں گا، حالانکہ تم اب اور بھی زیادہ عاجز ہو۔ البتہ میرے پاس تمہارے لیے ایک حل ہے: میں تمہیں یہ چودہ ہزار درہم دے دیتا ہوں، لیکن اگر اگلے سال تک تم میرا پچھلا قرض اور یہ نیا قرض واپس نہ کر سکے تو پھر سقایہ کی ذمہ داری مجھے سونپ دینا، میں اسے انجام دوں گا اور تمہیں اس بوجھ سے آزاد کر دوں گا۔"

ابو طالب نے اس شرط کو قبول کر لیا اور کہا: "اس معاملے میں صرف بنو فاطمہ موجود ہوں، بنی ہاشم کے باقی افراد نہیں۔" چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے ابو طالب کو چودہ ہزار درہم دیے اور سب راضی ہو گئے۔ پھر اگلے حج کے موقع پر جب ابو طالب قرض ادا نہ کر سکے اور سقایہ کا انتظام بھی ان کے بس سے باہر ہو گیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: "حاجی آ گئے ہیں اور تم قرض چکانے سے بھی قاصر ہو، اور سقایہ کے انتظام پر بھی قادر نہیں ہو۔ پس مجھے اس خدمت کی ولایت دے دو، میں یہ کام سر انجام دوں گا اور تمہیں قرض سے بری کر دوں گا۔" ابو طالب نے ایسا ہی کیا، اور یوں عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے ابو طالب کی زندگی میں ہی سقایہ کی خدمت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ پھر یہ خدمت ان ہی کی نسل میں قائم رہی اور آج تک ان کے پاس ہے[9]۔

قبول اسلام:

نبی علیہ الصلوۃ ابدا پر جب آیت "وانذر عشیرتک الاقربین"[10] نازل ہوئی تو آپ کی قوم نے اور آپ کے قریبی لوگوں نے آپ کی مخالفت کی۔ ابو لہب نے انکار کیا اور مذاق بھی اڑایا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور آپ علیہ السلام کا دفاع کیا اور ہر ممکن مدد کرتے ہوئے احد میں شہید ہو گئے۔ آپ کے چچا ابو طالب جنہوں نے آپ کی پرورش کی، آپ کی حفاظت کی اور دفاع کیا، وہ اسلام نہ لائے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار ان سے اس کی درخواست کی[11]۔ جہاں تک آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، تو انہوں نے غزوہ بدر سے قبل اسلام قبول کیا[12] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہری رکھتے تھے اور بعد میں اسلامی دعوت کی نشر و اشاعت میں آپ نے ہر ممکن مدد کی یہاں تک کہ بعد میں قائم ہونے والی عباسی سلطنت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھی۔ بعض روایات سے تصریح ہوتی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت عقبہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے اور بیعت عقبہ میں بھی شریک رہے۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے خادم ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ "میں عباس (رضی اللہ عنہ) کا غلام تھا اور اسلام ہمارے گھرانے میں داخل ہو چکا تھا۔ عباس (رضی اللہ عنہ) مسلمان ہو چکے تھے اور عقبہ کی رات انصار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیعت پر یقین رکھتے تھے، اس وقت قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈ رہے تھے۔ ام الفضل بھی مسلمان ہو گئیں اور وہ تیسری یا دوسری عورت تھیں جو حضرت خدیجہؓ کے بعد ایمان لائیں۔ عباس رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی وجہ سے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے۔ وہ مال دار تھے اور ان کا مال قریش میں تقسیم تھا۔ وہ اپنی اور بنی عبد المطلب کی شرافت یعنی سقایہ اور رفادہ (حاجیوں کو پانی پلانا اور کھانا کھلانا) کی خدمت کو باقی رکھنے کے لیے کوشاں تھے اور ڈرتے تھے کہ کہیں یہ خدمت ان کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ اسی وجہ سے وہ بدر کے دن مشرکین کے ساتھ مجبوراً نکلے اور کھانے پینے میں دوسروں کے ساتھ مل کر مجبوراً شریک ہوئے۔ لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی خبریں لکھ کر بھیجتے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین اور ان کی احد کے دن کی تیاریوں کے متعلق بھی معلومات لکھ کر بھیجیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خبردار کیا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک نقصان نہ پہنچا سکیں۔"[13]۔ اسی طرح ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قریش بدر کی جنگ کے لیے نکلے تو حضرت عباسؓ بھی ان کے ساتھ گئے۔ لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر واضح کیا کہ ان کا مقصد مشرکین کے ساتھ جنگ کرنا نہیں بلکہ مجبوری کی وجہ سے ہے۔ اگر انہیں موقع ملے تو وہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچائیں گے اور قریش کو نقصان دیں گے۔ بنو کنانہ کا ایک شخص ان کا یہ خط لے کر گیا تھا۔ جنگ بدر میں جب آپ قید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ ان کے لیے فدیہ سب سے زیادہ مقرر کیا جائے، آپ نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہ تھے بلکہ اسلام کی فتح پر بھی نہایت خوش ہوتے تھے۔ جب آپ کو فتح خیبر کی اطلاع ملی تو آپ نے اس خوشی میں اپنا غلام جس کی کنیت ابو زبیبہ تھی اس کو آزاد کر دیا تھا۔[14]

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی خدمات:

بیعت عقبہ ثانیہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ معیت:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی نبی کریم علیہ السلام اور دین اسلام سے محبت رکھتے تھے اسی محبت کی ہی وجہ سے انہوں نے عقبہ کی رات خزرج والوں سے ایک جامع خطاب کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان سب کو کہا کہ اپنی آواز آہستہ رکھو کیونکہ ہمارے اوپر آنکھیں لگی ہوئی ہیں اپنے بڑوں کو آگے کرو جن سے بات ہو سکے،[15] اس کے بعد حضرت عباس نے مزید کلام کیا، اور فرمایا "اے خزرج کے لوگو! تم نے محمد ﷺ کو اپنے پاس بلایا ہے۔ جان لو کہ محمد اپنی قوم میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ ان کی قوم انہیں حسب و نسب اور شرافت کی وجہ سے ہر حال میں بچاتی ہے، چاہے کوئی ان کا ہمنوا ہو یا نہ ہو۔ اب جبکہ محمد صلی اللہ علیہ والسلام نے سب کو ٹھکرا دیا اور صرف تمہاری طرف متوجہ ہوئے ہیں، تو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ اگر تم واقعی

CC BY

طاقتور ہو، جنگ کے ماہر ہو اور پورے عرب کی دشمنی کا مقابلہ کر سکتے ہو تو آگے بڑھو۔ لیکن یہ معاملہ اختلاف کے ساتھ ختم نہ ہو بلکہ پوری یکجہتی اور پختہ ارادے کے ساتھ طے کرو۔ اور ہاں! مجھے بتاؤ، تم جنگ کس طرح لڑتے ہو؟۔ یہ سن کر سب کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام نے جواب دیا: ہم جنگ کے ماہر ہیں۔ ہم نے یہ فن اپنے باپ دادا سے وراثت میں لیا ہے۔ ہم تیر اندازی کرتے ہیں یہاں تک کہ تیر ختم ہو جائیں۔ پھر نیزوں سے لڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائیں۔ اس کے بعد تلواروں سے لڑتے ہیں یہاں تک کہ یا تو دشمن مارا جائے یا ہم شہید ہو جائیں۔ اور اس وقت حضرت عباس بن عبد المطلب رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عباس نے پوچھا: کیا تمہارے پاس زرہیں بھی ہیں؟ سب نے کہا: جی ہاں، ہمارے پاس ہیں۔ اس پر حضرت براء بن معرور نے کہا: ہم نے آپ کی بات پوری طرح سن لی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر ہمارے دل میں کچھ اور ہوتا تو ہم صاف کہہ دیتے۔ لیکن ہمارا ارادہ سچائی اور وفاداری پر قائم ہے۔ ہم اپنی جانیں رسول اللہ ﷺ پر قربان کر دیں گے مگر آپ ﷺ کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں گے۔ جب بیعت کا سلسلہ مکمل ہونے لگا تو ایک صحابی، حضرت ابو الہیثم بن تیہانؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے اور یہودیوں کے درمیان معاہدے موجود ہیں۔ اگر ہم نے آپ کو مدینہ بلا لیا تو ہو سکتا ہے یہ معاہدے ٹوٹ جائیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ امکان ہے کہ آپ ہمیں چھوڑ کر دوبارہ اپنی قوم (قریش) کی طرف لوٹ جائیں؟ یہ ایک نہایت سنجیدہ سوال تھا۔ رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا نہیں بلکہ! تمہارا خون میرا خون ہے، تمہاری عزت میری عزت ہے۔ میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ میں سے ہو۔ تم جس سے جنگ کرو گے، میں بھی کروں گا اور جس سے تم صلح کرو گے، میں بھی اس سے صلح کروں گا یہ جواب گویا ایک اٹل معاہدہ تھا جس نے انصار کے دلوں کو مطمئن کر دیا۔[16] اس کے علاوہ آپ نے حضرت عقیل بن ابی طالب کا فدیہ ادا کیا، بعد میں حضرت عقیل بن ابی طالب بھی مسلمان ہو گئے تھے، عقیل بن ابی طالب کے پاس مال نہیں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو فرمایا کہ عقیل کا فدیہ ادا کرو، تو حضرت عباس نے اپنا اور اپنے بھتیجے حضرت عقیل کا فدیہ 80 اوقیہ سونا اور کہا جاتا ہے کہ 1000 دینار ادا کیا تھا۔[17]

غزوہ احد کے موقع پر کفار کے لشکر کی اطلاع:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فدیہ ادا کرنے کے بعد مکہ چلے گئے تھے کیونکہ وہاں ان کو رفادۃ اور سقایہ کی ذمہ داری ادا کرنی تھی یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ اس کے علاوہ مکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خبریں پہنچانا اور جاسوسی کا کام سرانجام دینا بھی ایک نہایت ہی اہم مہم تھی۔ غزوہ احد کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچائی کہ کفار حملہ کے ارادے سے آرہے ہیں۔ یہ اطلاع خط کے ذریعے دی گئی تھی کہ تین ہزار کا لشکر ہے جس میں 100 آدمی ثقیف کے ہیں، دو سو گھوڑے ان میں سات سو زرہ پوش اور تین ہزار اونٹ ہیں۔ اور لشکر ہتھیار اور ساز و سامان سے لیس ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خط مہر لگا کر بنی غفار کے شخص کو دیا کہ وہ تین دن کے اندر اندر نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم تک اس کو پہنچائے[18]

ابو جہل لعنۃ اللہ علیہ کے ناپاک ارادوں کی خبر دینا:

ایک مرتبہ ابو جہل نے کہا کہ اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سجدہ کرتا دیکھا تو میں ان کی گردن پر پاؤں رکھوں گا (معاذ اللہ، اللہم العن ابا جہل) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے پاس آئے اور آپ کو اس کی خبر دی[19]۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے ساتھ محبت تھی کہ جہاں بھی آپ کو محسوس ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہتا ہے تو فوراً اس کی اطلاع بارگاہ نبوی کی۔

فتح مکہ کے موقع پر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی تبلیغی خدمات:

جب نبی کریم علیہ السلام فتح مکہ کے لیے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں اپنے لشکر کو حکم دیا کہ آگ جلائیں۔ رات کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان کو دیکھ لیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے ابو سفیان کو آواز لگائی، ابو سفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی آواز کو پہچان لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم 10 ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہونے کو ہیں پس تم اسلام قبول کر لو۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ کی طرف متوجہ ہوئے تم دونوں اسلام قبول کر لو کیونکہ میں تمہارا ضامن ہوں، یہاں تک کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤ، کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی نہ مارے جاؤ۔ انہوں نے کہا تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ انہیں لے کر نکلے یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور کہا کہ اللہ کے رسول یہ ابو سفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ ہیں میں نے انہیں پناہ دی اور وہ آپ کے پاس داخل ہو رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں داخل ہونے دو۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی حکیم اور بدیل نے گواہی دے دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وبارک وسلم اللہ کے رسول ہیں ا۔ اس کے بعد ابو سفیان رضی اللہ تعالی عنہ نے لا الہ الا اللہ کی گواہی دی مگر رسول اللہ کی شہادت کے بارے میں تامل میں رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ انہیں آپ گھر لے جاؤ اور ہم نے انہیں پناہ دے دی ہے۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو ابو سفیان نے پوچھا اے عباس یہ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا کہ یہ نماز کے لیے پکار رہے ہیں۔ ابو سفیان نے پوچھا کہ یہ کتنی نمازیں پڑھتے ہیں؟ تو حضرت عباس نے جواب دیا پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔[20]

CC BY

جبکہ بعض روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو سفیان کو جب آواز دی اور انہیں بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 10 ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کو فتح کرنے کے لیے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ تو اس کے بعد ابو سفیان نے کہا کہ کیا کوئی چارہ ہے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے خچر کے پیچھے بٹھا لیا۔ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ چلے گئے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت ابو سفیان کو اپنے ساتھ بٹھا کر لے جا رہے تھے تو راستے میں صحابہ کرام دیکھتے تو کہتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور خچر پر سوار ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت عباس فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آگ کے پاس گزرا تو انہوں نے مجھے دیکھا اور میرے قریب آ کر انہوں نے ابو سفیان کو دیکھ لیا۔ میں نے خچر دوڑا دیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی میرے پیچھے پیچھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے یہاں تک کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمر سے پہلے داخل ہو چکا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول یہ ابو سفیان اللہ کا دشمن ہے اللہ نے بغیر کسی عہد اور معاہدے کی اس کو ہمارے قبضے میں دے دیا ہے آپ مجھے حکم دیں اور اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اتار دوں۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے انہیں پناہ دے دی ہے پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر یہ بنو عدی میں سے کوئی شخص ہوتا تو کیا تم یہ قتل کی بات کرتے؟۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا اے ابو الفضل ٹھہرو! اللہ کی قسم آپ کا اسلام قبول کرنا مجھے آل خطاب میں سے کسی کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبوب تھا اگر وہ اسلام لے آتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبد المطلب کی پناہ کو قبول کیا اور فرمایا آپ اسے پناہ دے دیں اور اسے لے جائیں۔ صبح کے وقت جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو سفیان کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان سے مخاطب ہو کر فرمایا ابو سفیان تمہارا برا ہو کیا تمہارے لیے یہ وقت نہیں ہے کہ تم جان لو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس پر ابو سفیان نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ بہت علم والے، کریم اور عظیم درگزر کرنے والے ہیں میرے دل میں یہ بات ضرور آئی تھی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتا تو وہ میرے لیے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو سفیان کیا تمہارے لیے یہ وقت نہیں آیا کہ تم جان لو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس پر ابو سفیان نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس بارے میں مجھے ابھی کچھ تامل ہے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر حضرت ابو سفیان کو کہا تمہارا برا ہو گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس سے پہلے کہ تم قتل کر دیے جاؤ اس پر ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق کی گواہی دی اور کہا میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اے اللہ کے نبی آپ ابو سفیان کے شرف اور فخر کی وجہ سے ان کے لیے کوئی خصوصی چیز مقرر فرما دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان کی عزت افزائی فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ محفوظ ہے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ بھی محفوظ ہے[21]۔ روایت ہذا اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب کی تبلیغی مساعی کی وجہ سے حضرت ابو سفیان، حضرت حکیم بن حزام اور حضرت بدیل بن ورقہ رضوان اللہ اجمعین نے شرف اسلام اور شرف صحابیت حاصل کیا۔

غزوہ حنین کے موقع پر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی عسکری خدمات:

غزوہ حنین میں ابتدا میں مسلمان پسپا ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضرت ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ السلام کے خچر کی لگام کو تھاما ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ مشرکین کی طرف تیزی سے بڑھتے رہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ جہوری الصوت تھے آپ علیہ السلام نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ آواز لگاؤ اور حضرت عباسؓ نے بلند آواز میں پکارا: "اے انصار! اے سمرہ والوں!" اس پر انصار اس طرح لوٹے جیسے اونٹنی اپنے بچوں کی طرف لپکتی ہے اور لبیک کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر پکار محدود ہو کر "اے خزرج والو!" تک رہ گئی۔ انصار ثابت قدم اور سچے نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خچر پر کھڑے ہو کر فرمایا "اب آگ بھڑک اٹھی ہے!" پھر کنکریاں لے کر مشرکوں کی طرف پھینکیں اور فرمایا "ہار گئے، رب کعبہ کی قسم!" نتیجہ یہ ہوا کہ مشرکین کے قدم اکھڑ گئے، ان کی تلواروں کی کاٹ ماند پڑ گئی اور اللہ نے انہیں شکست دے دی۔[22] یہ تمام واقعات اس امر کی روشن دلیل ہیں کہ حضرت عباسؓ نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں رہ کر آپ ﷺ کی حفاظت کی بلکہ اپنی بلند آواز کے ذریعے پسپا فوج کو دوبارہ مجتمع کرنے اور فیصلہ کن فتح حاصل کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی مالی خدمات:

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس مال پیش کیا اور جہاد میں مالی تعاون کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ کتب سیرت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تبوک کے موقع پر دو آدمیوں کا خرچہ اپنے ذمہ لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کا[23]۔ یہ خدمت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عباسؓ نے نہ صرف براہِ راست مالی قربانی دی بلکہ لشکر کی تیاری اور سپاہیوں کی ضروریات پوری کرنے میں بھی حصہ ڈالا۔ ان کی یہ خدمت مسلمانوں کی عسکری قوت کو مضبوط بنانے میں اہم کردار رکھتی ہے۔

cc BY

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور منبر رسول ﷺ کی تیاری:

اسلام کی تاریخ میں مسجد نبویؐ کی تعمیر اور اس کے ارتقائی مراحل ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ مسجد نبوی اسلام کے مرکز اور دینی و سیاسی سرگرمیوں کا محور تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے خطبات مسجد میں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر دیا کرتے تھے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ کھڑے رہنا آپؐ کے لیے دشوار ہو گیا۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے فرمایا کہ کھڑے رہنا میرے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ اس پر تمیم داریؓ، جو فلسطین سے تعلق رکھتے تھے، نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میں نے شام میں منبر بنے دیکھے ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو ویسا منبر میں آپ کے لیے تیار کروں۔" یہ تجویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابِ رائے کے سامنے رکھی اور سب نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجد کے لیے ایک منبر بنایا جائے۔ اسی موقع پر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اپنی خدمات پیش کیں اور اپنے ایک غلام کو جس کا نام کلاب ہے، وہ سب سے ماہر کاریگر تھا۔ (بعض سیرت نگاروں نے اس غلام کا نام مینا بتایا ہے جبکہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس غلام کا نام صباح تھا۔ یہ منبر امام وقدی کے نزدیک سن 8ھ میں بنایا گیا تھا)۔ اسے یہ خدمت سونپی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت عباسؓ کے غلام کو حکم دیا گیا کہ وہ منبر تیار کرے۔ چنانچہ "غابہ" کے علاقے سے درخت کی لکڑی کاٹی گئی اور اس غلام نے اس سے دو زینوں اور ایک نشست پر مشتمل منبر تیار کیا۔ جب منبر تیار ہو کر آیا اور اپنی جگہ رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خطبہ دینا شروع کیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب کھجور کا پرانا تنا، جس کے ساتھ آپ خطبہ دیا کرتے تھے، فراقِ رسولؐ میں سسک اٹھا اور گائے کی طرح آوازیں نکالنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب گئے، اسے اپنے دست مبارک سے تھپکایا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ یہ منظر صحابہ کرام کے ایمان کو مزید تقویت دینے والا تھا۔ بعد ازاں یہ منبر مسجد نبوی میں مستقل حیثیت اختیار کر گیا۔ خطبے کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر تشریف لے جاتے، اور آپؐ کے ارشادات نے اس منبر کو دینی تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنا دیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عظمت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا میرا منبر جنت کی نہروں پر ہے، اور میرے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔[24]

حضرت عباس بن عبد المطلب رضي اللہ تعالی عنہ کی علمی خدمات:

حضرت عباس بن عبد المطلب نے نبی کریم علیہ السلام سے متعدد روایات بیان کی ہیں۔ جن میں سے مسند بقی میں 35 روایات کا ذکر آیا ہے۔ جن میں سے بخاری اور مسلم دونوں میں ایک ایک حدیث ہے۔ جبکہ انفراد ا بخاری میں ایک اور مسلم میں تین احادیث ہیں[25]۔ جبکہ مسند بنی ہاشم میں حدیث العباس بن عبد المطلب کے عنوان کے تحت مسند احمد بن حنبل میں بھی ان میں سے چند روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے ومن مسند بنی ہاشم، حدیث العباس بن عبد المطلب کا عنوان باندھ کر ان کو ذکر کیا ہے۔ جبکہ آپ سے روایات بیان کرنے والے آپ کے دو بیٹے عبد اللہ اور کثیر، نیز احنف بن قیس، عبد اللہ بن حارث بن نوفل، جابر بن عبد اللہ، ام کلثوم بنت عباس، عبد اللہ بن عمیرہ، عامر بن سعد، اسحاق بن عبد اللہ بن نوفل، مالک بن اوس بن الحدثان، نافع بن جبیر بن مطعم، ان کا بیٹا عبید اللہ بن عباس اور دیگر کئی لوگ ہیں۔

ساقی الحرمین حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ اور عام الرمادۃ:

خلافتِ فاروقی کے دور میں ۱۸ ہجری کو ایک سخت قحط آیا اور خشک سالی ہو گئی اس سال کو عام الرمادہ کہا جاتا ہے۔ اس قحط کے باعث مدینہ اور اطراف کی زمینیں بنجر ہو گئیں، کھجوروں کے باغات خشک ہو گئے، مویشی ہلاک ہونے لگے اور لوگ شدید بھوک و پیاس میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس موقع پر اپنی ذاتی زندگی کو عام مسلمانوں کے ساتھ یکساں کر لیا، وہ گھی اور گوشت چھوڑ کر صرف خشک روٹی اور زیتون کا تیل کھاتے تاکہ رعایا کے ساتھ یکجہتی قائم رہے۔ قحط کی شدت کے وقت حضرت عمرؓ نے اہلِ مدینہ کو کھلے میدان میں جمع کیا تاکہ نمازِ استسقاء اور دعا کے ذریعے اللہ سے بارش طلب کی جائے۔ انہوں نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کو اپنے ساتھ کھڑا کیا اور ان کے وسیلے سے دعا کی۔ روایت میں الفاظ یوں ہیں:

"اللَّهُمَّ إِنَّا نَتَقَرَّبُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ وَنَسْتَشْفِعُ بِهِ، فَاحْفَظْ فِيهِ نَبِيَّكَ كَمَا حَفِظْتَ الْغُلَامَيْنِ لِصَلَاحِ أَبِيهِمَا، وَأَتَيْنَاكَ مُسْتَغْفِرِينَ وَمُسْتَشْفِعِينَ."

ترجمہ: اے اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کے وسیلے سے تیرے قریب ہوتے ہیں اور انہیں شفیع بنا کر تجھ سے دعا کرتے ہیں۔ پس اپنے نبی کے حق میں ان کی حفاظت فرما، جس طرح تو نے دو یتیم بچوں کی حفاظت ان کے نیک باپ کے سبب فرمائی تھی۔ ہم تیرے حضور استغفار اور شفاعت لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے لوگوں کو استغفار کی تلقین کی اور سورۃ نوح کی آیات تلاوت کیں جن میں بارش، مال اور اولاد کی کثرت کا وعدہ ہے۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ کھڑے ہوئے، ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں، اور انہوں نے اللہ کے حضور نہایت عاجزی سے یوں دعا کی:

"اللَّهُمَّ أَنْتَ الرَّاعِي لَا تُهْمِلُ الضَّالَّةَ، وَلَا تَدَعُ الْكَسِيرَ بِدَارِ مُضَيَّعَةٍ، فَقَدْ ضَرَعَ الصَّغِيرُ، وَرَقَّ الْكَبِيرُ، وَارْتَفَعَتِ الشَّكْوَى، وَأَنْتَ تَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى، اللَّهُمَّ فَأَغِثْهُمْ بِغِيَاثِكَ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يَقْنَطُوا فَيَهْلِكُوا، فَإِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِكَ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ."

CC BY

(ترجمہ: اے اللہ! تو ہی نگہبان ہے، گم شدہ کو ضائع نہیں کرتا، نہ ٹوٹے ہوئے کو ویرانے میں چھوڑتا ہے۔ چھوٹے بچے بھوک سے ناتواں ہو چکے ہیں، بوڑھے کمزور ہو گئے ہیں، شکایتیں تیرے حضور بلند ہو گئی ہیں، اور تو پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے۔ اے اللہ! اپنی بارش کے ذریعے ہماری مدد فرما، اس سے پہلے کہ لوگ ناامید ہو کر ہلاک ہو جائیں، کیونکہ تیری رحمت سے صرف کافر ہی ناامید ہوتے ہیں۔)

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عباسؓ کی دعا ختم ہوتے ہی آسمان پر ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا۔ لوگ حیرت سے کہنے لگے: "دیکھو! دیکھو!" پھر بادل پھیل گیا، ہوائیں چلیں، بادل گرجا اور بارش برسنے لگی۔ لوگ ابھی اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے کہ ان کے کپڑے بھیگنے لگے اور وہ دیواروں کا سہارا لے کر کپڑے سمیٹنے لگے۔ بارش ہونے کے بعد لوگ حضرت عباسؓ کی طرف لپکے، ان کے دامن اور جسم کو چھونے لگے اور کہنے لگے: "**هَنِيئًا لَكَ سَاقِيَ الْحَرَمَيْنِ**" (مبارک ہو آپ کو، اے دو حرموں کے ساقی!) اس طرح حضرت عباسؓ کو "ساقی الحرمین" کا لقب ملا۔[26]

حضرت عباس بن عبد المطلب کا وصال:

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ 32ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں دار البقاء کی طرف کوچ ہوئے۔ آپ نے 88 سال عمر پائی اور ان میں سے 32 سال دور اسلام کے تھے۔ آپ کا نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھایا، آپ کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عباس نے آپ کو قبر میں داخل کیا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔[27]

حوالہ جات

---

[1] الطبقات الكبرى، محمد بن سعد بن منيع الهاشمي البصري المعروف بابن سعد، ج4ص3

[2] الحيوان، عمرو بن بحر بن محبوب الكناني بالولاء، الليثي، أبو عثمان، الشهير بالجاحظ (ت255هـ)، : دار الكتب العلمية-بيروت، ج7ص464

[3] جمل من أنساب الأشراف، أحمد بن يحيى بن جابر بن داود البَلَاذُري (ت279هـ)، دار الفكر-بيروت، ج4ص7

[4] سير أعلام النبلاء، شمس الدين، محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (ت748 هـ)، مؤسسة الرسالة، ط1405هـ - 1985م، ج2ص98،97

[5] مختصر تاريخ دمشق لابن عساكر، محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الانصاري الرويفعى الإفريقى (ت 711هـ)، دار الفكر للطباعة والتوزيع والنشر، دمشق-سوريا، 1402هـ - 1984م، ج11ص326

[6] المستدرك على الصحيحين، أبو عبد الله محمد بن عبد الله الحاكم النيسابوري، دار الكتب العلمية-بيروت، ط دار الكتب العلمية-بيروت، ج3ص373

[7] الطبقات الكبير، محمد بن سعد بن منيع الزهري (ت230هـ)، ج4ص27

[8] سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، محمد بن يوسف الصالحي الشامي (ت942هـ)، : دار الكتب العلمية، بيروت-لبنان، ط الأولى، 1414هـ - 1993م، ج11ص104

[9] مختصر تاريخ دمشق لابن عساكر، محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الانصاري الرويفعى الإفريقى (ت 711هـ)، دار الفكر للطباعة والتوزيع والنشر، دمشق-سوريا، ط الأولى، 1402هـ - 1984م، ج11 ص326،327

[10] القرآن، 26:214

[11] السهيلي: أبو القاسم: عبد الرحمن بن عبد الله بن أحمد، ألروض الانف في شرح السيرة النبوية، ج2ص170

[12] سير أعلام النبلاء، شمس الدين، محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (ت748هـ)، ج2ص98

[13] جمل من أنساب الأشراف، ج4ص8

[14] جمل من أنساب الأشراف، ج4ص9

[15] الطبقات الكبير، ج1ص189

[16] السيرة النبوية لابن هشام، ج2ص64،63

[17] الطبقات الكبير، ج4ص13

[18] المغازي، ج1ص204

[19] عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير، ج1ص121

[20] المغازي، ج2ص815

[21] المغازي، ج2ص815

[22] المغازي، ج3ص899،898

[23] المغازي، ج3ص994

CC BY

[24] الدرة الثمينة في أخبار المدينة، محب الدين أبو عبد الله محمد بن محمود بن الحسن المعروف بابن النجار (ت 643ھ)، شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم، ص96

[25] سير أعلام النبلاء، شمس الدين، محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (ت 748ھ)، مؤسسة الرسالة، ط الثالثة، 1405 ھ - 1985م، ج2ص79

[26] الاستيعاب في معرفة الأصحاب، أبو عمر، يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر [ت 463ھ]، مكتبة نهضة مصر بالقاهرة، 1380ھ - 1960م، ج2ص816

[27] الاستيعاب في معرفة الأصحاب، ج2ص817

CC BY